پانچ ہزار سے زائد رضا کاروں نے شرکت کی ہے۔

چھ سال گزرنے پر اس اتحاد یعنی ''کومشن'' نے اپنی سرگرمیاں افریقہ اور مشرقی ایشیا تک پھیلادی ہیں۔ اب تنظیم کا نام ''کومشن انٹرنیشنل'' (Co-Mission International) ہے، اور اس نے خواندگی عام کرنے اور انگریزی زبان کی تدریس کا راستہ اختیار کیا ہے۔ افریقہ میں اس پروجیکٹ کے ایک ذمہ دار کے بقول ''خواندگی ایک ذریعہ ہے جس سے لوگ بائبل پڑھنے لگتے ہیں۔''

''کومشن انٹرنیشنل'' نے موزمبیق میں کام شروع کیا ہے جہاں ناخواندگی کی شرح ۷۵ فیصد ہے، اور جو لوگ مبشرین کے ذریعے لکھنا پڑھنا سیکھیں گے، یقیناً وہ ان کے زیر اثر بائبل سے الگ نہ رہ سکیں گے۔

''کومشن انٹرنیشنل'' کے سربراہ اور ایک دوسری تنظیم Compus Crusade for Christe کے ایک ذمہ دار جناب ایلن ناجل کے بقول ''نئے اتحاد میں شامل تنظیموں کے پیشِ نظر ترویج مسیحیت ہے۔ اور لوگوں کو حضرت یسوع مسیح کے حلقۂ ارادت میں لانا ہے۔ خواندگی بڑھانے کی کوششوں کے ذریعے روابط بنتے ہیں جو یسوع کا پیغام عام کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ اگر اس طرح دروازے کھلتے ہیں تو ہم ان سے استفادے کے لیے حاضر ہیں۔'' (ماخوذ)

ازبکستان: نئی قانون سازی سے اشاعتِ مسیحیت کی سرگرمیاں کو دھچکا لگا ہے۔

[سابق سوویت یونین کے خاتمے (دسمبر ۱۹۹۰ء) پر جب وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں کو آزادی حاصل ہوئی تو جہاں اِن ریاستوں کی اکثریتی آبادی کے دیندار طبقے نے اسلام کی تعلیم و

اشاعت کا آغاز کیا، وہیں مغربی دُنیا کے مسیحی مبشرین بھی اپنے بھرپور مادی وسائل کے ساتھ مسلمانوں کو مسیحیت کی ''خوشخبری'' سنانے ازبکستان پہنچ گئے۔ ازبکستان ''سوویت جمہوریہ'' سے آزاد جمہوری ملک تو بن گیا، مگر اقتدار کی باگیں اُن ہی افراد کے ہاتھ میں ہیں جو کمیونسٹ دور میں سیاہ وسفید کے مالک تھے۔ ازبکستان کی ہمسایہ ریاست ''تاجکستان'' میں اسلامی اور جمہوری قوتوں کے مضبوط ہونے سے سابق کمیونسٹ حکمرانوں کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے، ازبکستان میں ''دینی لہر'' کے بڑھنے سے مقامی حکمرانوں نے اِسی خطرے کی بُو سونگھتے ہوئے تبلیغ اور مذہبی سرگرمیوں پر پابندی لگانے کا منصوبہ بنایا۔ اگرچہ جمہوریہ ازبکستان کے دستور میں آزادیٔ مذہب کی دفعات شامل ہیں، تاہم مذہبی سرگرمیوں پر ریاستی کنٹرول کے لیے قانون سازی کی گئی ہے جس کے مطابق تمام مذہبی تنظیموں کے لیے ۱۵ اگست ۱۹۹۸ء تک رجسٹریشن لازمی قرار دی گئی تھی۔ اِس صورتِ حال پر ''کرسچینٹی ٹوڈے'' میں باربرا-جی-بیکر کا مندرجہ ذیل شذرہ شائع ہوا ہے۔ جس میں اُنہوں نے مسیحی برادری کی صورتِ حال پر روشنی ڈالی ہے۔ مدیر]

نئی قانون سازی کی رُو سے ازبکستان میں حکومتی اجازت کے بغیر کسی کے لیے بھی مذہبی تبلیغ کرنا خلافِ قانون ہے۔ نجی سطح پر مذہبی تعلیم (جس میں سنڈے سکول، موسمِ گرما کے تبلیغی کیمپ اور گھروں میں مل بیٹھ کر بائبل کا مطالعہ بھی شامل ہے) پر پابندی لگادی گئی ہے۔ قانون کے مطابق جس چرچ کے ارکان کی تعداد ایک سو سے کم ہے، اسے بند ہونا چاہیے اور اپنی سرگرمیاں ختم کر دینا چاہییں۔

''وزارتِ انصاف'' کی ہدایت کے مطابق تمام چرچوں اور مذہبی تنظیموں کے لیے ۱۵ اگست تک رجسٹریشن کرانا ضروری تھا۔ بصورت عدمِ تعمیل چرچ رہنما پر قراردادِ جرم عائد کی جاسکتی تھی، جس کے نتیجے میں بھاری جرمانے، قید اور جائداد کی ضبطی کی سزائیں دی جاسکتی ہیں۔

ازبکستان کی دو کروڑ آبادی میں پروٹسٹنٹ مسیحی برادری پندرہ ہزار افراد پر مشتمل ہے جو ریاستی قوانین پر پورا اترنے کے لیے پورے طور پر کوشاں ہے، تاہم اس کے ساتھ ہی وہ اپنے تمام نہیں تو اکثر چرچوں کے بند ہونے کے خلاف بھرپور مہم کی تیاری کر رہی ہے۔

ایک مقامی چرچ رہنما کے الفاظ میں ''حکومت نے تسلسل کے ساتھ ہمیں کہا ہے کہ مقامی مسلمان آبادی میں مسیحیت کی تبلیغ بند کر دیں۔ متعدد مسلمان رہنماوں نے کسی طرح ہماری حکومت کو قائل کر لیا ہے کہ مسیحیت قبول کرنے والے ازبک ایک مسئلہ ہیں، اور یہ سب کچھ بند ہونا چاہیے۔'' (ازبکستان میں مسلمان کل آبادی کا تقریباً ۶۵ فیصد حصہ ہیں)۔ اس پس منظر میں ازبک نومسیحیوں کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے رجسٹریشن کی کوشش نہیں کی، اور یہ لوگ اپنے طور پر مذہبی اجتماعات منعقد کرتے رہے ہیں۔

ایک پادری نے صورتِ حال سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ''یہ قانون سخت امتیازی نوعیت کا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے لیے آنے والا وقت مشکل ہوگا۔''

پاکستان: ہندوستان میں مسیحی اقلیت کے خلاف تشدد پر ردِ عمل

''بھارتیہ جنتا پارٹی'' کی مقبولیت، انتخابات میں اس کی بتدریج کامیابی اور پھر مخلوط حکومت کی تشکیل (۱۹۹۸ء) نے اس کے ''سنگ پریوار'' کو اتنا دلیر کر دیا ہے کہ ''ہندو وشوا پریشد'' اور ''بجرنگ دَل'' کے رہنما بظاہر ووٹ حاصل کرنے کے لیے جو کچھ کہتے تھے، اس پر بتدریج عمل کر رہے ہیں۔ مرکز میں ''بھارتیہ جنتا پارٹی'' کی حکومت بننے سے پہلے ''بابری مسجد (اجودھیا)'' کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی تھی، اور اب رام مندر کی تعمیر کے لیے ڈھکے چھپے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ ان انتہا پسند ہندو تنظیموں کا تازہ ترین شکار مسیحی اقلیت ہے۔